دَارُالإفتَاء

نماز میں اشارہ بالسبابہ (شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے) کا راجح طریقہ اور کیفیت کیا ہے؟

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

❶-عندالاحناف اشارۃ بالسبابہ کا راجح طریقہ کیا ہے؟ اور''إلا اللہ'' کہتے وقت انگلی جھکانے کا راجح طریقہ کیا ہے؟ مکمل جھکا کر انگلی ران پر رکھ دینا یا انگلی تھوڑی سی جھکانا اور ران پر نہیں رکھنا؟

❷-تشہد میں ''إلا اللہ'' کہتے وقت اشارہ بالسبابہ (انگلی جھکانے) کی کیفیت کے متعلق حکیم الامتؒ کا آخری موقف کیا تھا؟

الف: انگلی کو تھوڑا سا جھکا دینا، بالکل نہ گرا دینا (مطلب ران سے تھوڑا اوپر ہوا میں جھکانے کی حالت میں رکھنا) عام طور پر حکیم الامتؒ کے اس موقف کو حضرتؒ کی آخری رائے سمجھا جاتا ہے، مثلاً: احسن الفتاویٰ: ۳/ ۳۰-۳۱، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/ ۱۴۱، وغیرہ۔

ب: انگلی کو پوری طرح ران پر جھکا دینا، جیسا کہ مفتی سعید احمد پالن پوری مدظلہ (تحفۃ الالمعی: ۵/ ۳۴۵، امداد الفتاویٰ جدید مطول، حاشیہ: ۱/ ۴۹۵-۵۰۴) اور مفتی شبیر احمد قاسمی مدظلہ (امداد الفتاویٰ جدید مطول، حاشیہ: ۱/ ۴۹۵-۵۰۴) کی آراء ہیں۔

❸-سنن ابو داود کی حدیث نمبر: ۹۹۱

''حدثنا عثمان، یعنی ابن عبد الرحمٰن حدثنا عصام بن دامة، من بني بجیلة عن مالك بن نمیر الخزاعي، عن أبیه، قال: رأیت النبي ﷺ واضعاً ذراعه الیمنی علی فخذه الیمنی رافعاً اصبعه السبابة قد حناها شیئاً.''

سنن نسائی، حدیث نمبر: ۱۲۷۴

''أخبرني أحمد بن یحیی الصوفي قال حدثنا أبو نعیم، قال حدثنا عصام بن

قدامة الجدلي، قال حدثني مالك بن نمير الخزاعي، من أهل البصرة أن أباه، حدثهٗ أنه رأى رسول الله ﷺ قاعداً في الصلاة واضعاً ذراعه اليمنى على فخذه اليمنى رافعاً اصبعه السبابة قد أحناها شيئاً وهو يدعو.‘‘

ان کی اسنادی حیثیت بشمول الفاظ ’’أحناها شيئاً‘‘ کی کیا ہے؟ اور ان مذکورہ الفاظ کے معنی میں جو ’’جھکنا‘‘ آیا ہے، محدثین یا متقدمین فقہاء نے ان الفاظ کی تشریح کی ہے کہ آیا ان الفاظ سے مراد پورا جھکانا ہے یا قدرے جھکانا اور بالکل نہ گرانا؟ مستفتی: شوکت علی (صوابی)

الجواب باسم ملهم الصواب

منسلکہ سوال نامہ میں مذکور تین سوالوں میں سے ہر ایک سوال کا جواب بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے:

❶-التحیات میں أشهد أن لا إله إلا الله کہتے وقت مسبحہ انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے، احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور ائمہ اربعہ سب اس پر متفق ہیں، جس کی مختلف ہیئتیں ہیں، مگر احناف کے نزدیک مختار طریقہ وہ ہے جو وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ وسطیٰ اور ابہام سے حلقہ بنایا جائے اور خنصر وبنصر کو ہتھیلی سے ملا کر مسبحہ سے اشارہ کیا جائے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

’’وعن وائل بن حجر عن رسول الله ﷺ قال: ثم جلس فافترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى علیٰ فخذه اليسرى وحد مرفقه اليمنى علیٰ فخذه اليمنى وقبض ثنتين وحلق حلقة، ثم رفع اصبعهٗ، فرأيتهٗ يحركها يدعو بها.‘‘ (کتاب الصلاۃ، باب التشہد، الفصل الثانی: ۱/ ۲۸۷، ط: المکتب الاسلامی، بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ طریقوں کو نقل کر کے مذکورہ طریقے کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ ’’مرقاۃ المفاتیح‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’قال الطيبي: وللفقهاء في كيفية عقدها وجوه، أحدها: ماذكرنا (في الطريق الأولى وهو عقد ثلثة وخمسين)، والثاني: أن يضم الإبهام إلى الوسطى المقبوضة كالقابض ثلاثًا وعشرين، فإن ابن الزبير رواه كذلك. والثالث: أن يقبض الخنصر والبنصر، ويرسل المسبحة، ويحلق الإبهام والوسطى، كما رواه وائل بن حجرؓ اھ، والأخير هو المختار عندنا.‘‘

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التشھد: ۲/ ۷۲۹، ط: دار الفکر، بیروت، لبنان)

محققین کے نزدیک ’’لا إله‘‘ پر انگشتِ شہادت کو اُٹھائے اور ’’إلا الله‘‘ پر ذرا جھکا دے، یعنی انگلی کے اشارہ کو ختم کر کے کچھ نیچے کو رخ کر دیا جائے، لیکن بالکل ران پر نہ رکھے، بلکہ جھکانے کے بعد بھی انگشتِ شہادت ران سے قدرے اُٹھی ہوئی رہنی چاہیے اور یہ ہیئت اخیر تک باقی رہے، سب انگلیاں کھول کر نہ پھیلائی جائیں، چنانچہ مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’التعليق الممجّد على المؤطا

محمد‘‘ میں اسی کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

’’والصحيح المختار عند جمهور أصحابنا أن يضع كفيه على فخذيه، ثم عند وصوله إلٰى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والإبهام، و يشير بالمسبّحة رافعاً لها عند النفي واضعاً عند الإثبات، ثم يستمرّ ذٰلك، لأنهٗ ثبت العقد عند ذٰلك بلا خلاف ولم يوجد أمر بتغييرهٖ. فالأصل بقاء الشيئ علٰى ما هو عليه.‘‘ (أبواب الصلاة، باب العبث بالحصى في الصلاة وما يكره من تسو يته: ۴٦٣/ ١، ط: دار القلم، دمشق)

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

’’وفي المحيط أنها سنة، يرفعها عند النفي، و يضعها عند الإثبات، وهو قول أبي حنيفة ومحمد، وكثرت به الآثار والأخبار، فالعمل بهٖ أولٰى.‘‘ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، فروع قرأ بالفارسية أو التوراة أو الإنجيل، ج: ١، ص: ٥٠٨، ط: سعيد)

اسی طرح علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح ابی داود میں تحریر فرماتے ہیں:

’’نا عبد الله بن محمد النفيلي: نا عثمان يعنى: ابن عبد الرحمٰن نا عصام بن قدامة من بني بجلة، عن مالك بن نمير الخزاعي، عن أبيه قال: رأيت النبى عليه السلام واضعا ذراعه اليمنى علٰى فخذه اليمنى رافعا اصبعه السبابة قد حناها شيئا. قوله: "حناها" بفتح الحاء المهملة والنون أي: أمالها شيئا.‘‘

(كتاب الصلاة، باب: الإشارة في التشهد، ج: ٤، ص: ٢٧٥، ط: مكتبة الرشد، الرياض)

❷ - اشارہ بالسبابۃ کی کیفیت کے متعلق حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا موقف وہ تھا جس کو حضرتؒ نے بہشتی زیور حصہ دوم میں لکھا ہے کہ تشہد پڑھتے وقت جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر کلمہ کی انگلی کو اُٹھا دیوے اور سلام پھیرنے تک اسی طرح اُٹھائے رہے۔ لیکن بعد میں حضرتؒ سے ایک سائل نے مفصل سوال کیا، جس کے بعد حضرتؒ نے سابقہ موقف (جو بہشتی زیور حصہ دوم میں اشارہ بالسبابۃ کی کیفیت سے متعلق تھا) سے رجوع کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ: تشہد میں ’’لا إلٰه‘‘ کے وقت انگلی اُٹھا دے اور ’’إلا الله‘‘ پر جھکا دے، مگر عقد اور حلقہ کی ہیئت کو آخری نماز تک باقی رکھے، چنانچہ حضرتؒ سائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

’’الجواب: واقعی بقاء اشارہ میں روایت ترمذی کی صریح نہیں، گو محتمل ہے اور ملا علی قاریؒ کی عبارت کا مدلول بھی واقعی قبضِ اصابع و بسطِ سبابہ ہی کا بقاء ہے، نہ کہ اشارہ کا۔ پس بہشتی زیور کے مضمون سے رجوع کرتا ہوں اور اس کو اس طرح بدلتا ہوں تشہد میں ’’لا إلٰه‘‘ کے وقت انگلی اُٹھاوے اور ’’إلا الله‘‘ پر جھکاوے، مگر عقد اور حلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی

رکھے۔ وجزاكم الله علىٰ هٰذا التنبيه.''

(امداد الفتاوی، کتاب الصلاۃ، تشہد کے وقت رفع سبابہ کی حکمت، ج:۱،ص:۱۸۷، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی)

باقی رہا یہ کہ انگلی کس قدر جھکائی جائے؟ تو اس بارے میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی موقف ہماری نظروں سے گزرا ہے کہ انگلی قدرے جھکائی جائے، بالکلیہ اس طرح نہ گرائی جائے کہ ران پر رکھا جائے، چنانچہ حضرتؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ذرا جھکا دے، یہ معنی ہے گرانے کے اور حلقہ بنائے رکھے اور بالکلیہ نہ گرادے،''صرح به ملا علي قاري في رسالة تزئين العبارة بتحسين الإشارة.'' (امداد الفتاوی:۱/۱۴۲)

❸- ابوداؤد اور نسائی شریف کی مذکورہ روایت میں سند کے اندر ''مالك بن نمير الخزاعي'' متکلم فیہ راوی موجود ہے، جس کے بارے میں محدثین کی آراء باہم مختلف ہیں، بعض نے توثیق کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے ان تمام اقوال کے پیش نظر ان کو مقبول قرار دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی روایت احکام کے باب میں قابلِ قبول ہے، اور اس سے اس باب میں استدلال بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ علامہ عینیؒ اور ملا علی قاریؒ نے اس روایت سے اشارہ کے بعد کی کیفیت کے متعلق استدلال کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''تقريب التهذيب'' میں فرماتے ہیں:

''مالك بن نمير الخزاعي مقبول.'' (ج:۲،ص:۴۷۴، باب ذكر حروف الميم)

اشارہ کے بعد کی کیفیت کے متعلق فقہائے کرام کی عبارات میں ''يضعها'' کے الفاظ ہیں، اس میں شہادت کی انگلی ران پر رکھی جائے یا اُٹھا کر رکھی جائے، اس کی تصریح موجود نہیں۔

البتہ ''وقد حناها شيئا'' کے جملے سے قدرے جھکانے کا مطلب نکلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ران سے قدرے اُٹھا کر رکھنا بہتر ہے، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تزيين العبارة بتحسين الإشارة''، ص:۸، اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ابی داؤد، جلد: ۴/ ۲۷۸، میں ابوداؤد اور نسائی شریف کی روایت: ''رافعا اصبعه السبابة وقد حناها شيئا'' ذکر کرنے کے بعد ''أي أمالها'' سے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ تشہد والی انگلی کو قدرے جھکایا جائے، اس روایت میں ران پر رکھنے یا نہ رکھنے کی کوئی تصریح نہیں، اس لیے ران پر رکھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے، جیسا کہ بعض اہلِ علم کی رائے ہے، تاہم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد عبد القادر	محمد خالد
		تخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی